سالانہ جلسہ خدا تعالیٰ کا ایک زبردست نشان ہے

(فرمودہ ۲۸۔نومبر ۱۹۳۰ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

پچھلے دنوں پھوڑے اور دردِ سر اور دردِ کان کی تکلیف کی وجہ سے میں دو جمعے نہیں پڑھا سکا اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے باقی تکالیف سے تو اِفاقہ ہے لیکن کان کے درد کی وجہ سے ایسی تکلیف ہوگئی ہے جو پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ کان کچھ بہرے ہو گئے ہیں اور کچھ اونچا سنائی دینے لگا ہے۔ ہر ایک انسان کسی مشکل سے گزر کر ہی اس کا پورا پورا احساس کر سکتا ہے۔ بہروں کے لئے جو دقّتیں ہوتی ہیں انسان انہیں تب ہی محسوس کر سکتا ہے جب خود اِس تکلیف میں مبتلاء ہو۔ ایک تقریر کرنے والے کے لئے کانوں کا ثِقل نہایت تکلیف دہ چیز ہے کیونکہ وہ اس امر کا اندازہ نہیں کر سکتا کہ آواز سب کو پہنچ رہی ہے یا نہیں وہ مجمع کے اندازہ سے بول رہا ہے یا ضرورت سے زیادہ اونچی آواز سے تقریر کر رہا ہے چنانچہ اِس وقت میں بھی یہ محسوس نہیں کر سکتا کہ میں مجمع کے مطابق پوری آواز سے بول رہا ہوں یا نہیں۔

میں آج اس امر کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے پھر ہمارا سالانہ جلسہ قریب آ رہا ہے۔ یہ جلسہ جیسا کہ میں پہلے بھی متعدد بار بیان کر چکا ہوں اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ قادیان وہ مقام ہے کہ ایک دن اس طرف کوئی رُخ بھی نہیں کرتا تھا۔ کئی لوگ اِس قسم کے تھے جو قادیان اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام سُن کر بڑی بڑی دور سے قادیان پہنچنے کی خواہش سے روانہ ہوتے تھے مگر بٹالہ یا امرتسر پہنچ کر واپس ہو

جاتے تھے کیونکہ انہیں بتایا جاتا تھا کہ قادیان میں بہت بڑا دجّالی فتنہ ہے۔ کئی آدمی ہماری جماعت میں آج بھی ایسے موجود ہیں جو کفِ افسوس مَل رہے ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان کیوں نہ آئے وہ بٹالہ یا امرتسر سے محض اس لئے لَوٹ گئے کہ دشمنوں نے ان سے بعض ایسی باتیں کہیں جنہیں سن کر انہوں نے قادیان آنا پسند نہ کیا۔ اگر وہ اُس وقت پہنچ جاتے تو صحابہ میں داخل ہو جاتے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کو دیکھ کر احمدیت میں تو داخل کر دیا مگر صحابیت سے محروم رہ گئے۔

سب سے پہلا جلسہ جو قادیان میں ہؤا' اس میں شامل ہونے والوں کی تعداد اتنی قلیل تھی کہ آج اِس مسجد میں نماز جمعہ کے لئے جتنے لوگ جمع ہیں ان کا بھی چھٹا یا ساتواں حصہ ہوں گے اور اُس وقت کے لحاظ سے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ بڑی عظیم الشان کامیابی ہوئی ہے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ پہلا جلسہ تھا یا دوسرا' تیسرا یا چوتھا مگر اتنا یاد ہے کہ جہاں اب درزی خانہ ہے یعنی بُک ڈپو کے سامنے کا کمرہ وہاں نیلے سے رنگ کی ایک دری بچھائی گئی تھی میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہاں کیا تقریر ہو رہی تھی کیونکہ اُس وقت میری عمر چھوٹی تھی مگر اتنا یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں گئے تھے اور لوگ صرف اتنے تھے جو سب اُس دری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ گویا اُس جلسہ میں اتنے آدمی تھے جتنے شادی کے موقع پر عام طور پر معمولی برات میں ہوتے ہیں۔

ایک تو وہ دن تھے پھر ایک یہ دن کہ اب قادیان کی وُسعت' ہماری عمارتوں کی وُسعت' سلسلہ کی عمارتوں کی وُسعت' احباب کی عمارتوں کی وُسعت اور دوستوں کی اس قربانی کے باوجود کہ وہ اپنے مکان مہمانوں کے لئے دے دیتے ہیں پھر بھی نہ صرف غیر احمدیوں سے بلکہ ہندوؤں سے بھی ہمیں مہمانوں کے ٹھہرانے کے لئے مکان لینے پڑتے ہیں۔

مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا آخری جلسہ یاد ہے مَیں سیر میں ساتھ تو نہیں تھا مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیر سے واپس گھر آئے تو فرمایا اب تو جلسہ پر اتنے آدمی آتے ہیں کہ آئندہ جلسہ پر سیر کے لئے جانا بالکل مشکل ہو جائے گا۔ آج تو تھوڑی دور گئے مگر اس قدر گرد و غبار اُٹھا کہ آگے جانا مشکل ہو گیا اُس وقت اندازہ کیا گیا تو قریباً سات سَو آدمی جلسہ پر آئے تھے یعنی اِس وقت جتنے اس مسجد میں بیٹھے ہیں ان سے بھی کم اُس جلسہ پر تھے۔ اُس سال کے جلسہ کی تقریریں تو مجھے یاد نہیں اتنا یاد ہے کہ اِس مسجد کے صحن میں جو

قبر ہے اس سے ورے مسجد کے فرش کی منڈیر تھی اُس وقت مسجد کا صحن موجودہ صحن سے بہت چھوٹا تھا اس پر لوگ بیٹھے تھے اور مسجد کے درمیانے در میں کرسی پر بیٹھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقریر فرمائی تھی۔ ہم اس منڈیر پر بیٹھے تھے اور اُس وقت کی مسجد بالکل پُر تھی اور تمام احباب اِس ذوق شوق سے لبریز تھے کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے ماتحت جماعت اب بہت پھیل گئی ہے مگر آج نماز جمعہ کے لئے ہم اُس وقت سے تین گُنا زیادہ یہاں جمع ہیں۔

دنیا نے اپنی ساری طاقت کے ساتھ اس کے ہر مذہب کے افراد نے' ہر مذہب کے علماء و امراء نے' ہر مذہب کے غرباء نے' صوفیاء نے اور ہر مذہب کے مردوں اور عورتوں نے زور لگایا اور پورا زور لگایا کہ سلسلہ کی اشاعت کو روک دیں۔ اِس کے لئے فریب اور جھوٹ سے کام لیا گیا' طرح طرح کی گندی باتوں کی اشاعت سے کام لیا اور جس قدر ممکن طریق اس کے لئے ان کے ذہن میں آسکتے تھے استعمال کئے مگر جس طرح دریا کا پانی ہاتھ سے نہیں روکا جا سکتا اور جس طرح موٹی ریت جو مُٹھی میں پکڑی جائے اُنگلیوں سے پھسل پھسل کر نکل جاتی ہے۔ بعینہٖ اکابر علماء و صوفیاء کی مُٹھیوں سے نکل نکل کر وہ نور پھیلنا شروع ہوا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے تھے اور آخر کار تمام دنیا میں پھیل گیا اور دنیا نے پھر ایک نشان دیکھا ایسا ہی جیسا کہ حضرت نوحؑ' حضرت ابراہیمؑ' حضرت موسیٰؑ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دیکھا تھا۔

تعصب اب بھی موجود ہے کینہ و بُغض اب بھی ہے لیکن دل محسوس کرتے ہیں کہ جو ہونا تھا ہو چکا۔ گو دنیا اب بھی ہمیں چھوٹا سمجھتی ہے مگر یہ یقین ضرور رکھتی ہے کہ یہ چھوٹی چیز بڑی ہونے والی جماعت ہے۔ بہت ہیں جن کے دلوں میں سے کینہ اور بُغض نکل گیا ہے اور وہ عزت' ادب اور احترام کی نگاہ سے ہماری جماعت کو دیکھنے لگے ہیں۔ عقائد اور مذہب اور طریقِ عمل میں بے شک اختلاف ہے مگر اس کا اعتراف کہ کام کرنے والی جماعت یہی ہے سب کو ہے۔ آخر یہ بھی تو ایک اقرار ہے اور اس کے معنی یہی ہیں کہ دریا نے سیم لگانی شروع کر دی ہے۔ جن علاقوں میں نہریں ہیں وہاں کے رہنے والوں نے دیکھا ہوگا کہ نہر کا پانی اردگرد کی زمین سے پُھوٹ پُھوٹ کر بہنے لگ جاتا ہے۔ وہ نہر تو نہیں ہوتی مگر نہر کی شکل اس زمین میں پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح لاکھوں کروڑوں دلوں میں سیم لگ چکی ہے۔ وہ احمدی تو نہیں مگر احمدیت کی خدمات کے اعتراف کے سوا انہیں کوئی چارہ نہیں۔ مگر سوچنا چاہئے ہم کون ہیں۔ اگر ہم میں سے ہر ایک اپنے

نفس کو دیانت وصداقت سے ٹٹولے تو وہ محسوس کرے گا کہ وہ کام جو جماعت سے ظاہر ہو رہا ہے اس کے کرنے کی اہلیت ہم میں موجود نہیں پھر آخر کہاں سے وہ چیز آ گئی۔ جب ہم میں سے کوئی اہل نہیں اور ہم یہ کام کر نہیں سکتے اور پھر کام ہو بھی جاتا ہے تو سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ خود ہی کرتا ہے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

حُکّام کی تقریروں کو دیکھو وہ بھی جماعت کی اہمیت کو محسوس کر رہے ہیں۔ موجودہ گورنر پنجاب نے ہی تھوڑا عرصہ ہؤا ایک تقریر میں بیان کیا کہ تعلیمی لحاظ سے یہ جماعت نمونہ ہے۔ مگر ہم میں سے ہر ایک دیکھے کہ وہ دُنیوی طور پر کس قدر تعلیم پا چکا ہے پھر کیا چیز ہے جو ہمیں تعلیم یافتہ قرار دیتی ہے۔ یقیناً یہ وہی روشنی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوئی وگرنہ درسی تعلیم کے لحاظ سے ہم دوسروں سے زیادہ نہیں لیکن ذہنی تعلیم ہم نے ایسی درسگاہ میں حاصل کی ہے جہاں دوسروں کو موقع نہیں ملا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی اَن پڑھ احمدی بھی کلام کرتا ہے تو سننے والے پر یہی اثر پڑتا ہے کہ یہ بہت تعلیم یافتہ ہے۔ وہی باتیں جو ہم دوسروں کے سامنے بیان کرتے ہوئے سمجھتے ہیں کہ شاید سمجھ نہ سکیں بلا تکلف احمدی مجالس میں بیان کر جاتے ہیں۔ ان میں شریعت کے معارف، قرآنی حقائق، علم النفس کے مسائل، فلسفہ، منطق، سب قسم کی باتیں ہوتی ہیں مگر جماعت کے زمیندار اصحاب بھی ایسے ذوق سے سنتے ہیں گویا میٹھے پانی کا گھونٹ ہے جو اُن کے حلق سے اُتر رہا ہے۔ علم النفس اور فلسفہ وغیرہ انہوں نے کہاں سے سیکھا۔ انہوں نے کسی مدرسہ میں تو یہ علوم نہ کبھی سیکھے اور نہ سیکھنے کی کوشش کی صرف یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وابستگی کی وجہ سے ان کے دل سے ہی وہ چشمہ پُھوٹ نکلا جو الٰہی سلسلوں میں ہمیشہ پُھوٹا کرتا ہے۔

پس یہ جلسہ کا دن ایک نشان کا دن ہے اس دن ہر طبقہ کے لوگ آتے ہیں، ہر قسم کی باتیں سنتے ہیں اور بہت لطف اُٹھاتے ہیں۔ جب لوگ دورانِ تقریر میں اُٹھتے ہیں اور ہم اُن کے متعلق پوچھتے ہیں تو وہ لوگ جو ظاہری تعلیم سے معرّیٰ ہوتے ہیں کس سچائی اور بھولے پن سے جواب دیتے ہیں کہ یہ اُٹھنے والے جو غیر احمدی ہیں جو ہمارے ساتھ آئے ہوئے ہیں اور جو ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتے حالانکہ وہ غیر احمدی تعلیم میں ان سے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اس وقت انہیں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ تعلیم میں تو ہم کم ہیں اور وہ زیادہ اور کہہ دیتے ہیں چونکہ لوگ تقریریں سمجھ

نہیں سکتے اس لئے گھبرا کر اُٹھ جاتے ہیں۔ یہ بات نہایت سادگی سے کہی جاتی ہے مگر ہوتی بالکل سچی ہے۔ وہ لوگ واقعی اس لئے اٹھتے ہیں کہ سمجھ نہیں سکتے مگر اَن پڑھ احمدی ان پر رحم کھاتے ہیں کہ یہ بے چارے سمجھتے نہیں حالانکہ درسی تعلیم میں وہ بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ آج کی بات نہیں ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے کہ جب بھی کوئی نبی دنیا میں آیا اُس کا انکار کرنے والے روحانی باتیں سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں بلکہ انبیاء کی جماعتوں میں جو منافق طبع لوگ ہوتے ہیں وہ بھی نہیں سمجھ سکتے۔ قرآن کریم میں آتا ہے جو مؤمن نہیں یا صرف ظاہراً مسلمانوں میں شامل ہیں وہ ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے حتّٰی کہ منافقوں کے سردار اور رئیس جب رسول کریم ﷺ کی مجالس سے اُٹھتے تو کہتے۔ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا؟ [1] کچھ سمجھ میں نہیں آیا یہ کیا باتیں کر رہے تھے۔ ابو ہریرہؓ جو ایمان لانے سے پہلے ایک بات بھی یاد نہ رکھ سکتا تھا وہ تو رسول کریم ﷺ سے جو کچھ سنتا اسے ایک قیمتی موتی کی طرح اپنے دل میں محفوظ کر لیتا مگر عبداللہ بن اُبی بن سلول جسے مدینہ کے لوگ اپنا بادشاہ بنانے والے تھے رسول کریم ﷺ کی مجلس سے اُٹھ کر کہتا کیا بات ہو رہی تھی کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ ظاہر میں تو وہ عالم تھا اور ابو ہریرہؓ جاہل مگر باطن کی آنکھ ابو ہریرہؓ کو عطا ہوئی تھی اُبی کو نہیں جس کی وجہ سے ابو ہریرہؓ تو ہر بات کو اچھی طرح سمجھ لیتے مگر اُبی کو سمجھ میں کچھ نہ آتا۔

پس یہ بھی ایک نشان ہے جو جلسہ کے دنوں میں نظر آتا ہے کہ لوگ اتنی کثیر تعداد میں یہاں جمع ہوتے ہیں جس کا کبھی وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا اور پھر یہ نشان بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ جنہیں جاہل سمجھا جاتا تھا اس چشمہ سے اِس شوق سے پیتے ہیں کہ دوسری قوموں کے پیاسے بھی اس طرح نہیں پی سکتے۔

قادیان کے رہنے والوں کو خدا تعالیٰ نے اس دار کی حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے جس کی برکت کے لئے وہ لوگوں کو جمع کر کے یہاں لاتا ہے۔ پس یہاں کی جماعت کے احباب کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ اِس آنے والے دن کے لئے تیاری کریں، مکانوں والے مہمانوں کے لئے اپنے مکان دیں اور اس کے علاوہ اپنے اجسام اور اوقات بھی خدمت کے لئے پیش کریں۔ اور جو منتظمین ہیں انہیں میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ جیسا کہ میں نے متواتر کہا ہے کارکنوں کو کام سے پہلے مشق کرائیں۔ دنیا میں سب جگہ پہلے کام کی مشق کرائی جاتی ہے مگر یہاں سمجھا جاتا ہے کہ اِخلاص سے ہی کام ہو جائے گا۔ بے شک اخلاص بہت اچھی چیز ہے مگر خدا تعالیٰ نے انسان کو ایسا بنایا ہے

کہ کام کیلئے اخلاص کے ساتھ مشق کی بھی ضرورت ہوتی ہے ہر کام کیلئے پہلے مشق ہونی چاہئے۔ یورپین اقوام لڑائی سے پہلے اس کی مشق کراتی ہیں اور سپاہیوں کو روزانہ لڑائی کے لئے تیار کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ایشیائی اقوام سے جنگ میں جیت جاتی ہیں۔ ایشیاء میں یہی دستور تھا کہ لڑائی کے عین موقع پر لوگوں کو بُلا لیا جاتا کہ آؤ جنگ کرو اور وہ مشق نہ ہونے کی وجہ سے شکست کھاتے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ اَخَذَھَا حَیْثُ وَجَدَھَا۔ [۲]

حکمت کی بات مؤمن کی اپنی چیز ہے جہاں سے ملے لے لینی چاہئے۔ اب یہ بات بھی ہمیں یورپین اقوام کی اخذ کرنی چاہئے کہ کام سے پہلے مشق ضروری ہے۔ پس جو منتظم ہیں انہیں چاہئے کہ کام سے پہلے کم از کم دو تین بار اِس کی مشق کرائیں۔ کام کے متعلق خود سوال پیدا کر کے ان کے جواب سکھائیں اور بتائیں کہ اگر یہ مشکل پیش آئے تو کیا کیا جائے اور سمجھائیں کہ انہیں کس طرح کام کرنا چاہئے۔ اب یوں ہوتا ہے کہ اگر کسی کارکن سے غلطی ہو جاتی ہے تو افسر آ کر کہہ دیتے ہیں بچہ تھا اس سے غلطی ہوگئی آپ ہمیں معاف کر دیں۔ مگر وہ غلطی تحریر میں نہیں لائی جاتی اور آئندہ نوٹ نہیں کیا جاتا اِس لئے وہی غلطی دوبارہ ہوتی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک ہی غلطی کا دوبارہ سرزد ہونا غلطی نہیں کہلا سکتا بلکہ یہ غفلت ہے جب ایک دفعہ ایک غلط بات معلوم ہو گئی تو پھر کیوں اسے نوٹ کر کے کارکنوں کو بتایا نہیں جاتا کہ ایسے موقع پر یوں کرنا چاہئے۔ میں ایک دفعہ منتظم جلسہ تھا اور لڑکوں کو سختی سے اِس بات کی ہدایت تھی کہ ایک کمرہ کے لوگوں کو دوسرے کمرہ میں کھانا نہ کھلائیں بلکہ سب کو اپنی اپنی جگہ کھانا کھلائیں۔ ایک کمرہ میں ایک دوسرے کمرہ کا مہمان آ گیا اور بچہ نے جو اُس کمرہ میں کھانا کھلانے پر متعیّن تھا اِس ہدایت کے مطابق اسے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔

مہمان کا دل چونکہ بہت نازک ہوتا ہے اُسے یہ بات بُری لگی اور اُس نے کہا اچھا اب میں کھانا ہی نہ کھاؤں گا۔ مجھے جب اِس کا علم ہؤا تو میں گیا اور اُس مہمان سے معذرت کی اور اُسے بتایا کہ یہ بچہ تو یہاں پڑھنے کے لئے آیا ہے اصل میں آپ کی خدمت ہمارے ذمہ تھی اس نے بھی اخلاص کے طور پر اپنے آپ کو اِس کے لئے پیش کر دیا اس لئے یہ ہماری غلطی ہے آپ ہم سے ناراض ہو لیں مگر اِس بچہ کو معاف کر دیں۔ خیر اُس نے کھانا کھا لیا بلکہ اخلاص سے یہ بھی کہا کہ مجھ

سے ہی یہ غلطی ہوگئی تھی اور میں خود شرمندہ ہوں۔ پس جب پتہ لگ جائے کہ یہ ایک مشکل پیش آتی ہے تو کارکنوں کو اس سے مطلع کرنا چاہئے اور بتانا چاہئے کہ یہ صورت پیش آئے تو یوں کرنا صرف قانون بنا دینے سے کام نہیں چلا کرتے۔ چونکہ استثنائی صورتیں بھی پیدا ہو جایا کرتی ہیں اس لئے خود ایسے سوالات پیدا کر کے کہ اگر انتظام میں یہ بات پیدا ہو تو تم کیا کرو گے انہیں جواب سکھانے چاہئیں۔

مثلاً ایک شخص کو ایک مقام پر پہرہ دار مقرر کیا گیا ہے اب اُس کے پاس ایک عورت آتی ہے کہ میرا بچہ گم ہوگیا ہے اِس موقع پر اسے کیا کرنا چاہئے۔ ہمیں بتانا چاہئے کہ وہ اس وقت اپنے مقام سے ہٹے یا نہیں اور اگر نہ ہٹے تو اُس عورت کی تسلی کے لئے اُسے کیا کرنا چاہئے۔ تو ہر مشکل جو پیش آ سکتی ہے اُس کے جوابات سکھانے اور یاد کرانے چاہئیں۔ اسی طرح اقتصاد کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔ پچھلے جلسہ کے موقع پر بھی میں نے اس طرف توجہ دلائی تھی مجھے بتایا گیا کہ معمولی سی بات کاغذ کے پوری شیٹ پر لکھی جاتی تھی حالانکہ گورنمنٹ بھی اب تو کفایت سے کام لینے لگی ہے۔ ایک لفافہ کو سرکاری دفاتر میں کئی بار استعمال کیا جاتا ہے۔ جب ہمارے لئے تنگی کا زمانہ ہے تو ہمارے دوستوں کو بھی ہر کام میں کفایت شعاری سے کام لینا چاہئے کاغذ اکٹھے اور باکفایت خریدے جائیں اور سوائے اِس کے پورے کاغذ پر لکھنا ہو پوری شیٹ استعمال نہ کی جائے بلکہ سلپیں بنائی جائیں۔ حضرت خلیفہ اوّل مستعمل لفافوں سے ہی بہت سے کام لے لیا کرتے تھے اور انہی پر رُقعہ جات وغیرہ لکھ دیا کرتے تھے۔ اِس زمانہ کے نَوتعلیم یافتہ لوگ تو اسے شاید خِسَّت کہیں مگر قومی کاموں کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے یہ خِسَّت نہیں بلکہ دردِ دلی پر دلالت کرنے والی بات ہے۔ یہ خدائی روپیہ ہے کیونکہ ثواب کے لئے دیا جاتا ہے اس لئے اپنے روپیہ سے بہت زیادہ حفاظت اس کی کرنی چاہئے اور ہر شعبہ میں کفایت سے کام لینا چاہئے مگر اس طرح نہیں کہ مہمان کو تکلیف پہنچے بلکہ ایسے طریق پر کہ خرچ کم سے کم ہو اور مہمان کو آرام زیادہ سے زیادہ مل سکے۔

دوسری بات مالی پہلو ہے۔ میں نے جلسہ سالانہ کے چندہ کے لئے پہلے سے تحریک کر دی تھی اور اِس وقت تک تقریباً پندرہ ہزار روپیہ آ چکا ہے مگر اس سے زیادہ رقم کی ضرورت ہے پچھلے سال اکیس ہزار خرچ ہؤا تھا۔ زمیندار جماعتوں کی رقوم ابھی تک نہیں آئیں کیونکہ وہ گڑ اور

کپاس وغیرہ فروخت کر کے ہی دے سکتے ہیں اس لئے ان کی آمد کی توقع دسمبر کے آخر بلکہ جنوری کے شروع میں کی جاسکتی ہے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ ابھی تک بعض شہری جماعتوں کی طرف بھی بقائے ہیں۔ مجھے اخبار سے معلوم ہؤا ہے کہ قادیان کی جماعت پوری رقم داخل کر چکی ہے مگر اِس کے باوجود ابھی اور بھی کوشش ہو رہی ہے۔ مدرسہ احمدیہ کے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے ابھی مجھے ایک لفافہ دیا ہے جس میں لکھا ہے کہ یہ سترّ روپے ہیں جو لڑکوں نے اپنا دودھ وغیرہ بند کر کے جلسے کے لئے دیئے ہیں گویا مقررہ رقم پوری ہو جانے کے باوجود بھی اور جمع کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ مگر باہر کی بعض جماعتوں نے ابھی تک مقررہ رقم بھی داخل نہیں کی اس لئے ان کی اطلاع کے لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ چونکہ ان کی وجہ سے سلسلہ کے کام میں حرج ہوا ہے اس لئے جن جماعتوں نے غفلت سے کام لیا ہے وہ دسمبر تک مقررہ رقم سے پانچ فیصدی زائد داخل کریں اور اگر یہ پورا نہ ہوا تو جنوری فروری میں اِس سے بھی زائد ان کے ذمہ لگایا جائے گا۔ اِس وقت مالی لحاظ سے جو مشکلات ہیں وہ ایک جگہ کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ سب کی حالت قریباً یکساں ہے۔ ہر جماعت میں کچھ لوگ غریب ہیں اور کچھ آسودہ۔ یہ نہیں کہ بعض مقامات پر سب غریب ہی ہوں۔ اور بعض پر سارے امیر بلکہ سب کی یہی حالت ہے کہ کچھ لوگ امیر ہیں اور کچھ غریب۔ پس جب اِن حالات کے باوجود ایک جماعت اپنی مقررہ رقم مقررہ وقت کے اندر داخل کر دیتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسری نہ کر سکے اس لئے جن جماعتوں نے غفلت سے کام لیا ہے وہ دسمبر تک پانچ فیصدی زائد داخل کریں۔ یہ چٹّی کے طور پر نہیں بلکہ غفلت کے عذاب سے بچنے کے لئے بطور کفارہ ہے تا اللہ تعالیٰ انہیں اس غفلت کے بدنتائج سے محفوظ رکھے۔ دیکھو نماز میں اگر سہو ہو جائے تو اس کے لئے زائد سجدہ کیا جاتا ہے گویا ہماری شریعت نے یہ طریق رکھا ہے کہ اگر غلطی ہو جائے تو اس کے ازالہ کے لئے کچھ زائد کیا جائے۔ پس اس پانچ فیصدی کو بھی چٹّی نہیں بلکہ سجدہ سہو کے طور پر سمجھو اور اس کے ذریعہ اپنی غفلت کے ازالہ کی کوشش کرو۔ جب تک انسان اپنی غلطی پر پشیمان نہ ہو اُس وقت تک اصلاح بھی نہیں ہو سکتی اور جب بندہ اپنی غلطی پر پشیمان ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اسی طرح دھوڈالتا ہے جس طرح تختی پر سے ایک طالب علم سیاہی کو دھوڈالتا ہے۔ اگر تختی پر اچھی گاچنی لگی ہوئی ہو تو اچھی طرح دھونے کے بعد تختی بالکل نئی نکل آتی ہے اور پہلی تحریر کا کوئی نقش اس پر نہیں رہتا۔ غلطی پر پشیمان ہونے سے خدا تعالیٰ

بھی دل کو بالکل صاف کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت معاویہؓ کا واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک بار وہ جاگ نہ سکے اور صبح کی نماز ان کی قضاء ہوگئی اِس پر وہ تمام دن روتے رہے۔ اگلی رات انہوں نے کشف میں دیکھا کہ کوئی شخص انہیں جگا رہا ہے کہ اُٹھو نماز پڑھو۔ انہوں نے اُس سے پوچھا تُو کون ہے۔ اس نے کہا میں ابلیس ہوں۔ آپ نے کہا ابلیس کا نماز کے لئے جگانے سے کیا تعلق۔ اُس نے کہا کل مجھ سے غلطی ہوگئی تھی جس کے لئے میں اب تک پچھتا رہا ہوں۔ کل تمہاری نماز جاتی رہی اور تم سارا دن روتے رہے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے کہا اس کے صدمہ کو دور کرنے کے لئے اسے سَو نماز کا ثواب دے دیا جائے۔ میری غرض تو ثواب سے محروم رکھنا تھی مگر تمہیں سَو گُنا زیادہ مل گیا اس لئے میں آج جگا رہا ہوں تا ایسا نہ ہو کہ آج بھی سو رہو اور پھر سَو گُنا ثواب حاصل کرلو۔

پس اگر غلطی کے بعد دل میں پشیمانی اور تأسّف پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں زیادہ بھی دے دیتا ہے۔ وہ جماعتیں جو وقت پر چندہ ادا نہیں کرسکیں وہ پانچ فیصدی زائد ادا کریں اور اِس طرح اپنی غفلت پر ندامت کا اظہار کریں تا ان کے دلوں پر زنگ نہ لگنے پائے وہ یہ زائد رقم ادا کریں تا معلوم ہو کہ وہ اپنی غفلت پر نادم ہیں۔

آخر یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں اور اُسی نے ان کو انجام دینا ہے۔ ہمارا تو صرف یہ فرض ہے کہ حتّی المقدور بہتر سے بہتر سامان جمع کریں لیکن ہمارے ہاتھوں سے ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ یہ کام ہمارا ہی ہے۔ یہ سامان تو بندہ اور خدا کے درمیان واسطہ ہیں ورنہ کام اصل میں اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں فلاں کام کرنے والے میں یہ نقص ہے ہم اس کے ساتھ مل کر کام نہیں کر سکتے مگر وہ اتنا نہیں سوچتے کہ کام کرنے والا اصل چیز نہیں وہ تو محض ایک ہتھیار اور آلہ ہے اور ہتھیار کی غلطی کبھی آقا کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی۔ ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے اور کسی کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ سے نہیں بگاڑ سکتے جو معاملہ خدا تعالیٰ سے ہے اس میں کسی صورت سے بھی کمی نہیں آنی چاہئے اور کسی کی وجہ سے خدا تعالیٰ سے اپنے تعلقات کو کمزور نہیں ہونے دینا چاہئے۔

ایک شخص کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بھوکا مر رہا ہے ہم اگر اسے کھانے کے لئے کچھ نہیں دیتے اور مر جاتا ہے تو اُس کا گناہ یقیناً ہم پر ہے۔ لیکن اگر ہم اُسے کھانے کے لئے کچھ دے دیتے ہیں اور

وہ افیون یا شراب میں خرچ کر دیتا ہے تو اِس کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوسکتی۔ ہمیں اپنے کئے کا ثواب ضرور مل جائے گا ہمارا معاملہ خدا سے پورا ہو گیا ہماری شریعت میں اس کی مثالیں بھی موجود ہیں۔

حج کے موقع پر لاکھوں ہزاروں بکروں کی قربانی کی جاتی ہے اور اِس قدر گوشت کھانے والے نہیں مل سکتے۔ وہاں یہی کیا جاتا ہے کہ تھوڑا سا رکھ کر باقی گوشت گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جگہ چیز کا ضائع ہونا بھی ثواب کا موجب ہو جایا کرتا ہے۔ پس مؤمن کو چاہئے کہ وہ پوری کوشش سے اپنے فرائض کو ادا کرنے کی کوشش کرے۔

جن لوگوں کے ہاتھوں میں کام ہے انہیں چاہئے کہ کفایت اور دیانتداری سے کام کریں اور جن کے ہاتھوں میں نہیں وہ کسی کی غفلت کو دیکھ کر قربانی میں سستی نہ کریں کیونکہ یہ ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ اُس کے آنے والے فضل کے پہلے سے زیادہ مستحق ثابت ہوسکیں۔ وہ دلوں کے زنگ دور کر کے اس فضل سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطاء فرمائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دنیا میں نازل ہؤا۔ آخر خدا تعالیٰ نے ہمارے دلوں کی تاریکیاں دیکھ کر ہی یہ نور نازل کیا ہے کیونکہ جہاں پہلے ہی روشنی ہو وہاں اور لیمپ یا چراغ نہیں جلایا جاتا۔ اس لئے ہم اس سے عفو کے طلبگار ہیں کہ وہ ہماری ظلمت کو دیکھ کر اپنے نور کو واپس نہ لے اور بحیثیت میزبان جلسہ کے موقع پر اپنے فرائض کی ادائیگی کی توفیق دے۔ پھر یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ یہاں آنے والے ایسے رنگ میں اپنے اوقات صرف کریں جو اُن کے لئے بھی اور ہمارے لئے بھی برکت کا موجب ہوں۔

(الفضل ۴۔ دسمبر ۱۹۳۰ء)

---

[1] محمد: ۱۷

[2] ترمذی۔ ابواب العلم باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں ''الکلمة الحکمة ضالّة المومن فحیث وجدها فهو احق بها''